کیا قرآن آسمانی کتاب ہے؟

ڈاکٹر محمد یوسف خاں، شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قرآن پاک کے بارے میں ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ وہ منزل من اللہ ہے یعنی خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی ہے۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ جس کی تقدس و پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھائی جاتی ہے اور جس کے بارے میں وہ ایمان رکھتے ہیں کہ اس کے ہر حکم و ہدایت کی بے چون وچرا تعمیل کی جائے ورنہ وہ مومن یا مسلم کہلانے کا حقدار نہیں حدیث وفقہ کے بعض پہلوؤں کے صحت وعدم صحت پر ہم بحث کر سکتے ہیں لیکن دنیائے اسلام کا ہر شخص اور ہر فرقہ جس چیز کے ہر حرف اور نقطے پر ایمان رکھتا ہے وہ کوئی اور کتاب نہیں صرف قرآن ہی ہے۔

اسلام کے سخت ترین مخالف بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو قرآن آج ہمارے سامنے موجود ہے وہ بالکل حرف بہ حرف ویسا ہی ہے جیسا آج سے چودہ سو سال قبل تھا، اس میں ایک شوشہ و نقطہ کی کمی وبیشی نہیں ہوئی ہے۔ اگر یہ انسانی کوشش کا نتیجہ ہوتا تو آج اس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں بھی ہوتیں مگر پھر بھی انسانی ذہن قرآن کے آسمانی ہونے کا ثبوت کیوں مانگتا ہے؟

ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ کچھ لوگ اسلام سے کن وجوہات کی بنا پر بے بہرہ ہیں جو اس طرح کے سوال کرنے پر مجبور ہیں۔ کچھ لوگوں کا دین اسلام کی حقیقت سے ناواقفیت کے کئی اسباب ہیں ان میں سب سے بڑا اور خراب موجودہ دور میں مسلمانوں کی خستہ حالت ہے۔ مسلم حکومتیں اور قومیں بگڑ کر گمراہ ہوگئیں۔ دین کی حقیقت کے ساتھ ساتھ دنیاوی مصلحتوں کا بھی جہل عام ہوگیا، یہاں تک کہ مسلمان خود اپنے دشمنوں کے لئے ایک زبردست حجت و دلیل بن گئے جو ان کی حالت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اسلام کی نہ دنیا ہی بھلی نہ دین ہی بھلا، اور اسی ایک بات پر دشمنان اسلام نے لوگوں کے ایک بڑے گروہ کو اپنا ہم خیال بنالیا ہے اور بہت سے مسلم نوجوانوں کو جتلادیا ہے کہ انہی لوگوں کے ہاتھوں ہی اسلامی چیز کو خواہ عقیدہ ہو یا اخلاق، قانون ہو یا معاشرہ تباہ کرنے کا کام ہوا ہے اور ہوتا ہے۔

رشید رضا نے ایک معتبر راوی سے سید جمال الدین افغانی کا قول نقل کیا ہے کہ اگر ہم یورپ کو اپنے دین کی طرف دعوت دینا چاہیں تو ہمارا پہلا کام یہ ہونا چاہیئے کہ یورپ کو یقین دلادیں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں، یورپ والے قرآن کے اندر سے ہمیں یوں دیکھتے ہیں ——— یہ کہکر آپ نے اپنی ہتھیلیاں منہ کے سامنے کیں اور انگلیوں کے شگافوں سے دیکھ کر فرمایا ——— وہ اس طرح قرآن کے اندر سے ہمیں دیکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کے پیچھے ایسی قومیں موجود ہیں جن میں جہل، نااتفاقی، کاہلی پھیلی ہوئی ہے .... اور کہتے ہیں کہ اگر واقعی یہ کتاب اصلاح کی ہوتی تو اس کے ماننے والے اس قدر ابتر و پراگندہ ہرگز نہ ہوتے۔" [1]

۱۔ وحی محمدی از سید رشید رضا مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی ص۱۳

سید موصوف کے اس قول سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنا مذہب ہی چھوڑ دیں یہ ایک طنز ہے جو انھوں نے مسلمانوں کے اس قول سے قرآنی تعلیم چھوڑ کر اس حال پر کیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو سید صاحب موصوف کے اس قول سے سبق حاصل کر کے خود کو سدھارنا چاہئے کہ ہمیں تبلیغ کی بھی ضرورت نہ پڑے بلکہ لوگ خود بخود ہماری طرف آئیں۔

قرآن فصاحت و بلاغت کا ایک بڑا سرچشمہ ہے۔ مومنوں اور کافروں پر جس کی تاثیر حد اعجاز تک پہونچ گئی۔ قرآن نے اپنی معجزانہ بلاغت سے عرب میں ذہنی و فکری انقلاب برپا کر دیا تھا حالانکہ اہل عرب خود اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت پر اس قدر نازاں تھے کہ تمام غیر عرب کو عجمی کہتے تھے۔ علمار اسلام نے قرآن کے تمام معجزوں میں اسی معجزے کو لے کر تمام بنی نوع انسان کو چیلنج کیا تھا اور چونکہ عرب و غیر عرب مبلغ قرآن کے سامنے بے بس ہو گئے تو علمار نے اس کو حضورؐ کی سب سے بڑی حجت و دلیل قرار دیا لیکن اب جبکہ اس کو کئی صدیاں بیت گئیں تو چند متفرق افراد کے سوا کوئی بھی اس حجت یا دلیل کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے اور قرآن کے بارے میں طرح طرح کے سوال کرتے ہیں جس میں سب سے اہم یہی مباحثہ ہے کہ کیا ثبوت ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے۔

علمار فرنگ کے فہم قرآنی کا دارو مدار قرآن کے ترجموں پر ہے (کیونکہ اگر انھیں عربی زبان پر کافی عبور حاصل ہے مگر پھر بھی ان کا وہ ادراک و فہم اہل زبان ہونے کی وجہ سے عربوں کی انتہا کو نہیں پہونچ سکتا) اور کوئی بھی مترجم ان معانی کے ادا کرنے سے قاصر ہے جو قرآن پاک کی اعلیٰ عبارت اور اس کے اسلوب سے خود ظاہر ہوتا ہے۔ ہر مترجم دو کوتاہیوں کا شکار

شکار ہوتا ہے: اپنی سمجھ کی کوتاہی کا اور اپنی زبان کی کوتاہی کا[1]

اس بات کا اعتراف محمد رشید رضا سے مسٹر مارما ڈیوک پکتھال نے کیا جو قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کرچکے ہیں۔ اسی چیز کا اعتراف فرانسیسی مستشرق ڈاکٹر ملدروس نے بھی کیا ہے جنھیں فرانس کی وزارت خارجہ اور وزارت تعلیم نے ان باسٹھ لمبی سورتوں کے ترجمہ پر مامور کیا تھا جن میں مطلب کی تکرار نہیں ہے۔ موصوف نے اپنے ترجمہ کے دیباچہ (۱۹۲۶) میں لکھا ہے:

"قرآن کا پیرایۂ بیان خود اللہ کا پیرایۂ بیان ہے وہ پیرایہ جو اپنے پیدا کرنے والے کے وجود کی حقیقت کا حامل ہے ضرور خدائی پیرایہ ہی ہو سکتا ہے، یہ واقعہ ہے کہ سب سے زیادہ شک رکھنے والے اہل قلم بھی اس پیرائے کی ساحرانہ قوت کے آگے جھک جانے پر مجبور ہو چکے ہیں"[2]

قرآن پاک، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دین اسلام پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراض کئے ہیں۔ یہ اعتراضات، اتہامات اور مغالطے کہیں آیتوں کے غلط ترجمے، کہیں احادیث کا غلط مفہوم، کہیں ظلم و ستم کی فرضی داستانیں بنا کر کئے جاتے ہیں مگر حق گو اور حق پسند انسانوں سے کوئی زمانہ کوئی ملک اور کوئی قوم خالی نہیں۔ آخر انہی کے ہم مذہبوں نے ان کے اتہامات کی تردید کر دی ہے۔

جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام پر لگائے ہیں، آج ان کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں۔[3]

۱- وحی محمدی از سید رشید رضا مترجم عبدالرزاق ص۱۶

۲- " " " " ص۱۷

۳ بین وز اینڈ بیروز شپ ص۶

پنڈت دیانند کے متعلق گاندھی جی نے تحریر کیا ہے کہ :

"انھوں نے جین دھرم، اسلام اور مسیحیت اور خود ہندو دھرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔" [1]

پنڈت ستیہ کیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی لکھتے ہیں :

بے شک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمہ و مفہوم کو بگاڑ دیا ہے۔" [2]

ایک دوسرے ہندو فاضل لکھتے ہیں :

"بانیانِ مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانیٔ اسلام پر اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو ان سے نفرت دلائی جائے اس کا بڑا سبب یہ ہوگا کہ محمدؐ کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانیٔ اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کے لئے اپنے اندر کوئی ہمت و جرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔" [3]

۱۔ قانیان ہند ص۱۵۔

۲۔ رسالہ بھارت متر ۱۹۲۶ء

۳۔ رسالہ مولوی ۔ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ، رسول نمبر ص۱۴۱

بہرحال جتنے بھی اعتراضات ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔ جس نے کوئی اعتراض کیا تو وہ صاف تعصب کی بنا پر۔ قرآن پاک کسی انسان کی لکھی ہوئی کتاب نہیں بلکہ منزل من اللہ جو نبی علیہ السلام پر بوقت ضرورت تھوڑا تھوڑا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ آسمان دنیا پر سے نازل ہوتا رہا۔ خدا کے ساتھ قرآن پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن مغربی تعلیم نے ہمارے ذہنوں کو محسوسات کی چہار دیواری میں اس حد تک محبوس کر دیا ہے کہ مادہ سے زیادہ کسی اور دنیا پر ایمان بمشکل لاتے ہیں اسی وجہ سے قرآن پر اہل مغرب کے اعتراضات کی بنا صرف سائنس ہی کو سمجھا جاتا ہے جو کسی حد تک صحیح ہے۔ اس لئے کیوں نہ ہم قرآن پاک کی حقیقت کو سائنس کی کسوٹی پر پرکھیں۔ پورے قرآن کا سائنسی تجربہ کرنے کے لئے ایک طویل مدت چاہیئے۔ مگر پھر بھی مثال کے طور پر حیوانات کو لیجئے ان کی دنیا میں سب کام میکانکی طور پر ہوتا ہے۔ کھانا پانی کے بعد ان کی زندگی کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ....

مگر انسان ان سے مختلف ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس کا دائرۂ حیات کبھی بھی صرف کھانے پینے اور سونے تک محدود نہیں رہا۔ اگرچہ ابتداء میں انسان نیم حیوان ہی تھا مگر جیسے جیسے وہ ہوش سنبھالتا رہا اس کی دلی حالت بھی بدلتی رہی۔ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کیسے ہے؟ یہ سوالات اس کے ذہن میں رہ رہ کر کلبلاتے رہے۔ بنی نوع کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے ہمیں پتہ چل جائے گا کہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں انسان کسی نہ کسی لاینحل مسئلہ کی تلاش میں سرگرداں رہا ہے اور انسان کے ان تمام سوالات کا جواب علم نے دیا اور خدا نے یہ علم انسانوں کو حیوانات سے جدا کرنے کے لئے دیا ہے مگر یہ علم صرف کسی چیز کی جانکاری کے لئے نہیں بلکہ ان کے ساتھ قوت فکر و تمیز بھی عطا کی۔ تجارب و مشاہدات

کے متعین اصولوں کی روشنی میں دنیا کی چیزوں سے کام لینا اور پھر ان کے نتائج کو آگے منتقل کرنا اسی قوت کا مرہون منت ہے۔ یہ علم الاشیاء ہم کو قرآن کے ذریعہ ہی ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ [۱]

سورج و چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا جو ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔

قرآن پاک نے چاند اور سورج کے بارے میں ہمیں علم عطا کیا اور خدا کی عطا کردہ یہ انسانی قوت فکر و تمیز ہے جس کے سہارے انسانی ذہن نے ایک عرصہ دراز تک اس (علم) پر غور و خوض کیا اور اس غور و فکر کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ آج انسان نے چاند پر قدم جما لئے ہیں۔ سائنس کچھ اور نہیں انسانی عقل و غور و خوض کا نتیجہ ہے۔ ایک غیر ملکی محقق لکھتا ہے:

"سائنس کو اپنے متعلق احساس ہو گیا ہے اس لئے اب اس میں فروتنی اور انکسار بھی آگیا ہے۔ اب ہمیں یہ نہیں پڑھایا جاتا کہ حقیقت کا علم حاصل کرنے کے لئے سائنس کا طریقہ ہی واحد طریقہ ہے (واحد طریقہ تو ایک طرف) اب تو دنیا کے سائنس کے مشاہیر اس امر پر مصر ہیں اور بڑی شدت سے مصر کہ جہاں تک ادراک حقیقت کا تعلق ہے سائنس صرف جزوی سا علم بہم پہونچا سکتی ہے" [۲]

اسی بات کو قرآن پاک نے پہلے ہی فرما دیا ہے:

۱۔ سورۂ ابراہیم آیت ۳۳۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ و لما یاتھم تاویلہ ط کذالک کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظلمین [1]

لیکن پھر بھی کچھ لوگ اپنے ذاتی مفاد کے لئے ان باتوں کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے ایسے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ یہ سب پہلی نظر میں تو عین عقل کے مطابق معلوم ہوتا ہے حالانکہ ان کا انحصار صرف جذبات پر ہوتا ہے۔ دنیا میں آجکل جتنا فتنہ وفساد برپا ہے محض اس لئے کہ ہر شخص اور ہر قوم اپنے جذبات کی تسکین اور اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے۔ ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کو بے وقوف بنا کر اپنا الّو سیدھا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کے سامنے تسکین جذبات ہی مقصد حیات ہوتا ہے وہ علم وعقل کا مالک ہونے کے باوجود فلاح وسعادت کی راہ سے محروم رہتا ہے۔ اس کا علم اور اس کی عقل اس کی صحیح رہنمائی کرنے کے بجائے اس کی تکمیل خواہشات کے ذرائع پہونچاتا ہے اسی لئے قرآن کریم نے عقل وعلم کی اہمیت پر زور دینے کے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی عیاں کیا ہے کہ جب عقل جذبات کے تابع ہو تو انسان سعادت کی راہ سے محروم ہو جاتا ہے:

أفرءیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلّہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون ٥ [2]

۱۔ سورۃ یونس آیت ۳۹۔

۲۔ سورہ جاثیہ

اس طرح ان لوگوں کا علم جو تکمیل خواہشات کو ہی مقصد حیات سمجھتے ہیں، جذبات کی چہار دیواری میں ہی سمٹ کر رہ جاتا ہے اور وہ بات کی حقیقت تک نہیں پہونچ پاتے ان کی عقل انہیں حصول مقصد میں غلط راستہ پر بھٹکا دیتی ہے۔ مگر اپنی عقلمندی کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے کہ وہ ٹھیک راہ پر گامزن ہے اگرچہ قرآن پاک نے خود عقل انسانی کے ساتھ ساتھ ادراک و فہم کو بھی مخاطب کیا ہے۔

سائنس عقل ہی کا دوسرا نام ہے مگر اس سائنس سے ادراک و فہم کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ علم و عقل کا سہارا لے کر سائنس دانوں نے ایک چیز بنائی مگر اس کے اثرات و نتائج نہیں دیکھے۔ سائنسی ایجادات کو دیکھ کر ہم بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ علم و عقل آج کل اپنی انتہائی بلندیوں پر ہے مگر جب ان کے نتائج پر ہم غور کرتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ انسان نے درندگی کی آخری حدود کو بھی چھو لیا ... ایک ساعت میں لاکھوں انسان خاک و خون کے جہنم میں دھکیلے جا سکتے ہیں۔ پورے کے پورے ملک اس طرح ویران و برباد کئے جا سکتے ہیں۔ کاش کہ [illegible] لیکن [illegible] شاہد کو ہوا۔ ہر ملک و قوم میں سائنس دانوں کی ایک بڑی جماعت اپنے علم و عقل کے سرمایہ کے ساتھ اس فکر میں لگی رہتی ہے کہ کوئی ایسی نئی ایجاد ہو لگ جائے جس سے دوسرے ملک کے انسانوں کی بربادی جلد از جلد عمل [illegible] میں لائی جا سکے۔ مغربی ممالک اپنے نظام تمدن سے جس کی بنیاد عقل پر تھی [illegible] ایسے نظام کی تلاش میں ہیں جس سے لوگوں کو روحانی تسکین [illegible] کہ آج کل ان ممالک میں ہر طرف سے اپنے کلچر اور اپنی سیاست [illegible] رہی ہے اور جگہ جگہ سدھار کمیٹیاں بن رہی ہیں۔ وقت کی [illegible] نے انہیں لوگوں کے سامنے یہ ہر چیز کو عقل کے ترازو پر پرکھنے

ہیں۔ اس نا قابل فراموش حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ تنہا عقل حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے صرف عقل کی بنیاد پر قائم کیا ہوا نظام کبھی بھی انسانی فطرت سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا اور انسان اس کے خلاف کبھی نہ کبھی ضرور بغاوت کرے گا۔ عقل کی بنیاد پر قائم کردہ نظام حیات میں انسان مشین بن کر رہ جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر جوڈ کا بیان ہے:

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عقل (یعنی اخلاقی عقل) ہم کیسے سیکھیں اور موجودہ اخلاقی روحانی مردنی کو کیسے بدلیں؟ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے کچھ زیادہ اس کی امید نہیں نظر آتی اور آثار بھی کچھ ایسے ہیں کہ ناامید ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ مشینی طاقت کو قابو میں رکھنا اور نئی اخلاقی قدروں کو پیدا کرنا اس دور میں مشکل ہو گیا ہے[1]"

مغربی فلاسفر پسکال لکھتا ہے:

"خلا قدرت کے کارخانے میں محال ہے اور محض مادی دنیا میں نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی دنیا میں بھی خلا ناممکن ہے انسان جب خدا پر ایمان چھوڑ دے تو شیطان کی پرستش کرنے لگتا ہے اور اچھے نصب العین سے دستکش ہو جائے تو اسے برے راستے خوش آتے ہیں۔ یورپ کو اگر اس دلدل سے نکلنا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بے یقینی کی جگہ یقین اور ایمان لے لے، بے راہ روی ختم ہو جائے

۱۔ معارف القرآن از غلام احمد پرویز (جلد دوم) ۲۰۸ - ۲۰۹

اور یورپ والے نئی قدروں پر ایمان اور نئے اخلاقی ضابطوں سے محبت پیدا کریں۔ وہ زندگی جس میں نہ ایمان کی گرمی ہو اور نہ اخلاقی ضابطوں کی کشش وہ زندگی موت سے بدتر ہے۔[۱]

صرف یہی دلائل نہیں بلکہ اب مغرب کے تمام مفکرین کشاں کشاں اس مقام کی طرف بڑھتے آرہے ہیں جس کی طرف قرآن نے چودہ سو سال قبل ہی رہنمائی کی تھی۔ اس طرح یہ ثابت ہے کہ قرآن پاک کی تمام باتیں حرف بحرف صحیح و درست ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسے قبول نہیں کرتے مگر وہ دن دور نہیں جب ایسی ہی ذہنیت کے لوگ بھی اس حقیقت کو جھٹلانے میں عار سمجھیں گے۔ یہ قرآن پاک ہی ہے جو علم انسانی کو بلندی کی انتہا تک پہونچاتا ہے جس کے بارے میں اللہ پاک نے خود اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے :

قال ربنا الذی أعطیٰ کلّ شیءٍ خلقہ ثم هدیٰ[۲]

پروفیسر سی۔ ایل۔ مارگن نے بھی اپنے مقالہ بعنوان "ارتقاء نفس" میں خدا تعالیٰ کی قوت تخلیق و تہدیہ کا تذکرہ کیا ہے۔[۳]

اللہ پاک دوسری جگہ فرماتا ہے :

۱۔ معارف القرآن از غلام احمد پرویز (جلد دوم) ۲۰۸ – ۲۰۹

۲۔ سورۂ طٰہٰ آیت ۵۰

۳۔ Creative and directive power of God

الذی خلق فسوی ۔ والذی قدر فہدی ۝ [1]

ایک دوسری آیت کریمہ ہے :

الذی خلقنی فہو یہدین ۝ [2]

اس طرح مارگن کے الفاظ صحیح طور پر قرآن کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قرآن علم انسانی کو کتنی بلندیوں پر لے جاتا ہے۔ اگر زمانۂ قدیم میں مذہبی محققین کے سامنے قرآن ہوتا تو ان کی راہیں زیادہ آسان ہوتیں، انھیں ہزاروں سال غلط راستے پر نہ بھٹکنا پڑتا بلکہ ان کا ہر قدم منزل کی طرف بڑھتا۔ بہرحال اسی طرح دھیرے دھیرے یہ لوگ اپنے آپ قرآن کے آسمانی ہونے کا ثبوت پا جائیں گے مگر اس کے لئے انھیں صدیوں اندھیرے میں بھٹکنا پڑے گا جیسے کہ ان کی عادت ہے کہ ایک طویل گمراہی کے بعد جو لوگ راہ راست پر آتے ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ دنیائے سائنس میں اگر آج کوئی نیا قدم اٹھتا ہے تو کل کی مزید تحقیقات اسے غلط ثابت کرکے اس کی تردید کرتی ہے لیکن نبوت کی دنیا میں ایسا نہیں ہوتا ہے کہ ہر نبی کا تجربہ اور اس کا نتیجہ اساسًا و اصولاً ایک ہوتا ہے ان میں کہیں کوئی اختلاف نہیں ہوتا حتی کہ زمان و مکان کی دوری بھی اس پر کچھ اثر نہیں کرتی ہے اس لئے کہ قرآن خود شہادت دیتا ہے :

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھارون

۱۔ سورۃ الاعلیٰ آیت ۲۔۳ ۔

۲۔ سورۃ الشعراء آیت ۷۸ ۔

وسلیمن واتینا داؤد زبوراً[1]

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے آئے ہیں۔ ہر نبی اپنے دعوے کی صداقت تسلیم کرانے کے ساتھ اس حقیقت کا بھی اعتراف کراتے آئے ہیں کہ اس سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہیں وہ بھی اسی حقیقت کے بیان کرنے والے تھے۔ وحی ایک نبی کا بے نظیر تجربہ ہے۔ یہ وحی ہی ہے جس کے ذریعہ نبی ایک حد تک غیب کی باتوں کو بھی جانتا ہے اور یہ حقیقت اس پر آشکارا ہو جاتی ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان ایک رشتہ ہے۔ اس علم اور ادراک کی حقیقت کو پہونچ کر وہ پھر انسان کی طرف لوٹ آتا ہے اور تبلیغ و نصیحت کے دفتر کھول دیتا ہے مگر جب انسان اسے نہیں سمجھ پاتا تو اس سے منکر ہو جاتا ہے۔ مضراب کی چھیڑ سے تاروں سے نکلنے والے ارتعاش سے جو والہانہ کیفیات ہمارے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں اسے نہ تو ہم خود سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو سمجھا سکتے ہیں مگر ہم اس کے وجود سے کبھی بھی انکار نہیں کرتے۔ Huxley لکھتا ہے کہ:

"لیکن اگر تم کسی چیز کو سمجھ نہیں سکتے تو اس کا
مطلب یہ نہیں کہ اس کا وجود ہی نہیں۔"[2]

یہ بالکل غلط ہے کہ جس چیز کو ہم عقلاً نہ سمجھ سکیں اس کے وجود سے ہی انکار کر دیا جائے۔ وحی علم و عقل کی حریف نہیں جیسا کہ چند اعتراض کرنے والوں نے کہا ہے کہ قرآن سائنس سے بالکل خلاف ہے لیکن اہل مذہب کو ان اعتراضات

---

1. سورۃ النساء آیت ۱۶۳۔
2. Religion without Revelation Julion Huxley P. 6

سے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ سائنس ادراک حقیقت کا ناقص یا جزئی طریقہ ہے جبکہ وحی کامل ومکمل اور مذہب کسی ایک شعبۂ زندگی کا نام نہیں ہے نہ تو خالی خیال ہے نہ ہی خالی احساس وعمل بلکہ تمام عالم انسانیت کا ترجمان ہے عقل کا ایک محدود دائرہ تحقیق ہے جس کو اسے وحی سہارا ہی لینا پڑے گا جس سے اہل مغرب اور کچھ اہل مشرق بھی ابھی تک دامن چرائے ہوئے ہیں کیونکہ یہ لوگ مذہب کو علم وبصیرت کا دشمن تصور کرتے ہیں حالانکہ وہ ذرا گہری نظروں سے قرآنی آیات پر غور کریں تو وہ کبھی بھی مذہب کے متعلق ایسی غلط رائے نہ رکھتے۔ قرآن پاک کو شروع سے آخر تک دیکھا جائے تو ہر صفحہ پر عقل و بصیرت کی طرف دعوت نظر آئے گی۔ قرآن کا تخاطب ہی عقل ودانش سے ہے۔ وہ حق وصداقت سے انکار کرنے والوں کے خلاف سب سے بڑا الزام یہی عائد کرتا ہے کہ وہ عقل وفہم سے کام نہیں لیتے۔

صم بکم عمی فھم لا یعقلون [1]

دوسری جگہ فرماتا ہے:

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذی لا یعقلون [2]

اس طرح کی آیات ہم قرآن میں جا بجا پاتے ہیں لیکن اہل مغرب کے ایک غلط تصور (قرآن علم وبصیرت کا حریف ہے) کی وجہ سے قرآن جیسی سراپا علم و بصیرت کی کتاب کو علم وعقل کے خلاف سمجھ لیا گیا ہے یہ بہت بڑا جھوٹ ہے اور

۱۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۷۱۔

۲۔ الانفال آیت ۲۲۔

قرآن جیسی پاک و مقدس کتاب پر بہتان ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن سائنسی تحقیقات کی کتاب نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد تکمیل شرف انسانیت ہے جس کی ایک ایک بات عقل و بصیرت پر مبنی ہے۔ قرآن سرتا پا علم و حقیقت ہے اس لئے وہ ضد اور انکار کرنے والوں سے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلیل و برہان مانگتا ہے۔

قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون
الا الظن و ان انتم الا تخرصون۔[1]

مگر یہ دلیل ایسی ہو جو ظنی اور قیاسی نہ ہو کہ حق و یقین پر مبنی ہو کیونکہ اسے حقیقت کا سامنا کرنا ہے۔

ومالھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن و ان الظن
لا یغنی من الحق شیئاً ٥[2]

اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بلا یقین و علم کے کسی چیز کی پیروی نہ کرو۔

ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع و البصر والفؤاد
کل اولئک کان عنہ مسئولاً ٥[3]

• قرآنی آیات کی کہاں تک مثال دی جائے خود قرآن پاک کے الفاظ سے ثابت ہے کہ قرآن نے علم و بصیرت پر کتنا زور دیا ہے لیکن پھر بھی یہ کہا جاتا ہے

۱۔ الانعام آیت ۱۴۸۔

۲۔ النجم آیت ۲۸۔

۳۔ بنی اسرائیل آیت ۳۶۔

یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ثبوت ہے کہ قرآن آسمانی کتاب ہے؟ آ
نے تو اس زمانے میں عقل و بصیرت کی عظمت کو دنیا کے سامنے پیش
کیا جب دنیا جہالت اور توہم پرستی کو انسانیت کے لئے مایۂ ناز سمجھ
کرتی تھی جس کا اعتراف دنیا بھر کے دانشوروں نے کیا مگر عقل کا ایک
دائرہ ہے جہاں وہ رک جائے تو اسی کو منزل آخر قرار دیتی ہے، اس
لئے قرآن نے عقل کے ساتھ ادراک و فہم اور تمیز کو بھی ہمارے سامنے
زندگی کے اصول کی طرح رکھا ہے۔

(باقی)

اسلام کا نظامِ حکومت

مؤلفہ: مولانا حامد الانصاری غازی

اس کتاب میں اسلام کی ریاست عامہ کا مکمل دستور اساسی اور مستند ضابطہ حکومت پیش
کیا گیا ہے۔ یہ عظیم الشان تالیف اسلام کا نظام حکومت ہی پیش نہیں کرتی بلکہ نظریۂ سیاست
سلطنت بھی منظر عام پر لاتی ہے۔ طرز تحریر زمانۂ حال کے عین مطابق ہے۔
ہمارے لٹریچر میں یہ پہلی کتاب ہے جو قانون قرآن، نبوت، دستور صحابہ کے علاوہ
اسلام کے علماء اجتماعیات کی بے شمار کتابوں اور عصر حاضر کے نوشتوں اور سالہا سال کی
عرق ریزی کے بعد سامنے آئی ہے۔ صفحات ۴۳۴، بڑی تقطیع

قیمت تیس روپے ۳۰/-

مجلد اعلیٰ کوالٹی چالیس روپے ۴۰/-

ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی